کلیاتِ اختر مسلمی

مرتب

فہیم احمد

اختر مسلمی میری نظر میں

ادب و شاعری میں بنیادی اور اہم چیز اس کا شعور ہے۔ جدّت اور انفرادیت نیز تازگی وغیرہ کی تمام کونپلیں روایت کے گہرے اور تازہ کار شعور کے پیڑ پر پھوٹتی ہیں۔ وہ فن کار، نقاد یا قاری، جو اس نکتے کو نظر انداز کرتے ہیں میری نگاہ میں ادب اور شاعری کے اہم اور بنیادی تقاضے سے چشم پوشی کرتے ہیں۔ یہاں یہ لکھنا بھی بے محل نہ ہوگا کہ شاعری میں ''روایت پرستی'' بری چیز ہے، مگر روایت کا گہرا شعور ایک اچھی چیز ہے۔ مجھے خوشی ہے کہ اختر مسلمی کے یہاں روایت کا گہرا شعور نظر آتا ہے، جس کی مدد سے شاعر نے روایت کی توسیع کا کام کیا ہے۔ یہ توسیع شاعر نے اظہار اور اس کے تمام وسیلوں نیز مواد اور اس کے سارے پہلوؤں کی وساطت سے کی ہے۔ انھوں نے شعری روایات کے شعور میں اپنی ذات کے تخلیقی تجربوں کو آمیز کر کے، ایک نیا اور روح پرور شعری منظر نامہ تشکیل دیا ہے۔ شاعر نے اپنے رنگ افشاں جذبات، مجروح تمناؤں اور خون آلودہ خوابوں کو مہذّب شعری زباں اور محتاط اندازِ بیان میں ادا کیا ہے۔

یہ احتیاط، توازن اور اعتدال ان کی شاعری میں مذہبی حسّیت خاص طور پر تصورِ توحید و رسالت اور تہذیب و سماج کی راہ سے آیا ہے۔ انھوں نے یہ خصوصیات حمد و نعت کے ساتھ اپنی غزلوں میں بھی روا رکھی ہیں۔ شاعر نے تغزّل کے میدان میں، خاص طور پر حُسن و عشق کی کیفیات کے بیان میں بھی رومانی وفور اور اس کی اظہاری بے پردگی پر غم زدگی اور سپردگی کو ترجیح دی ہے۔ ان کی غزلوں کے چہرے پر اخلاقی اقدار کا نور اور ان کی شاعری کی آنکھوں میں تہذیبی اور سماجی افکار کا سرور ہے۔ انھوں نے اپنے تجربوں کے جمالیاتی مواد کو شاعری کی مہذّب زبان میں ایک خاص ادائے احتیاط کے ساتھ پیش کیا ہے۔ میں جناب دانش فراہی کا ممنون ہوں کہ ان کی وساطت سے اختر مسلمی صاحب کا کلام پڑھنے کو ملا۔ میں دل کی گہرائی سے شاعر کے نئے مگر پرانے شعری مجموعہ کا خیر مقدم کرتا ہوں۔

پروفیسر عنوان چشتی

صدر شعبۂ اردو

جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی

۱۷؍نومبر ۱۹۹۵ء

کُلّیاتِ اخترؔ مسلمی

مرتب

فہیم احمد

جملہ حقوق بحقِ مرتب محفوظ

کتاب کا نام : کلّیات اختر مسلمی

مصنف : اختر مسلمی

مرتب : فہیم احمد

اشاعت : ۲۰۱۳

قیمت : ۳۰۰ روپئے

کمپوزنگ : ندیم احمد (فراہی کمپیوٹرس)

ناشر : دانش فراہی، رام لیلا میدان، سرائے میر، اعظم گڈھ، یوپی، انڈیا

Wise Publications

ISBN: 978-81-910753-9-7

ملنے کے پتے

- فضل الرحمٰن مسلمی، جامع مسجد جدید، سرائے میر اعظم گڈھ، یوپی
- البدر بک سینٹر، سرائے میر اعظم گڈھ، یوپی
- صغیر بک ڈپو، سرائے میر اعظم گڈھ، یوپی
- البلاغ پبلیکیشنز، N-1، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، نئی دہلی-۲۵

Name of the Book	:	Kulliyat-e-Akhtar Muslimi
Poet	:	Akhtar Muslimi
Compiled by	:	Faheem Ahmad
Address	:	A213/1, 3rd Floor Shaheen Bagh, Jamia Nagar New Delhi-110025, India

کلیاتِ اختر مسلمی

صاحب زادہ اختر مسلمی "فضل الرحمٰن" کی خواہش پر

صاحبِ کلیات کے نواسے

فہیم احمد

ڈاکٹر وسیم فراہی

ندیم ریاض فراہی

کی کاوشوں سے آپ کی خدمت میں پیش کرنے کا شرف حاصل کر رہا ہوں

ریاض احمد دانش فراہی

فہرست

فہرست	۵-۱۴
عرض ناشر: دانش فراہی	۱۵
حرف مرتب: فہیم احمد	۱۶
تبصرے:	**۱۹-۸۱**
اختر مسلمی، فن اور شخصیت: ضیاء الدین اصلاحی	۱۹
اختر مسلمی سے ایک ملاقات: سید حامد	۲۹
جشن اختر مسلمی اور میرے دلی تاثرات: رئیس الشاکری	۳۳
اختر مسلمی صاحب کا فن اور ان کی شخصیت: ڈاکٹر ناطق اعظمی	۳۹
اختر مسلمی اور ان کی شاعری: قمر اعظمی	۴۵
اختر مسلمی میری نظر میں: راشد اعظمی	۵۰
پیش لفظ: مولانا شاہ معین الدین ندوی	۵۵
اظہارِ خیال: شفیق جونپوری	۵۶
مقدمہ: پروفیسر ملک زادہ منظور	۵۷

اظہارِ حقیقت: عارف عباسی ٦١
تبصرہ و تعارف: محشر اعظمی ٦٣
ایک آئینہ صفت شاعر: ماہنامہ ادب علی گڑھ- چرن سرن سنگھ ٦٨
ماخوذ جامعہ: جامعہ ملیہ اسلامیہ ٧٥
ماہنامہ تذکرہ دیوبند: نجم الدین اصلاحی ٧٦
ماخودالرشاد: جامعۃ الرشاد ٧٩
ماخوذ معارف: دارالمصنفین ٨٠

موجِ نسیم ٨٣-١٧٥

حمد: کروں وصف کیا میں بیاں ترا تری شان جلّ جلالہٗ ٨٥
مناجات: الٰہی میں ہوں بدکار و گنہہ گار! ٨٧
نعت: تخلیقِ دو عالم ہے بہ فیضانِ محمدؐ ٨٩
کیوں کرے کوئی بہاروں میں نگہبانی مری ٩١
کیا بتائیں کتنا لُطفِ زندگی پاتا ہے دل ٩٢
اک حشر اضطراب سا قلب وجگر میں ہے ٩٤
صدقے تِری نظروں کے میرا دل بھی جگر بھی ٩٦
کیا کہوں دل مرا کس درجہ غنی ہے اے دوست ٩٧
اے دلِ بے خبر ابھی کیا ہے ٩٩
حیات ایک تگ و دو کا نام ہے شاید ١٠١
اے دوست یہ باتیں تم شاید سمجھو نہ مرے سمجھانے سے ١٠٢
قیامت ہے بہار اب کے برس اپنے گلستاں کی ١٠٣

ہم وہ ہیں جو طلب لذّتِ غم کرتے ہیں ١٠٥
ازل سے سر مشق جور پیہم خدنگ آفات کا نشانہ ١٠٧
ہر شب تارِ خزاں صبح بہاراں کردیں ١٠٩
پیدا ابھی مذاق گُلستاں نہ کر سکے ١١١
جبیں اپنی کہیں خم ہو نہ جائے ١١٣
نہاں ہے خوئے صیّادی ہمارے باغبانوں میں ١١٥
ہجومِ برق و شرار ہی سے یہ گلستاں لالہ زار ہوگا ١١٧
مجھے کیا غم اگر تو مہرباں ہے ١١٩
اب توقّع ہی کیا باغباں سے ١٢١
مل ہی جائے گا کوئی کنارا مجھے ١٢٣
کون ہے جو چمن میں پریشاں نہیں ١٢٥
ستم ہے باغباں سے شکوۂ بیداد ہوتا ہے ١٢٧
آئینِ جفا ان کا سمجھے تھے نہ ہم پہلے ١٢٩
طوفانِ حوادث ہی میں سکوں پاتا ہوں کنارا کیا ہوگا ١٣١
دل کوئی سہارا اب لے کر شرمندۂ احساں کیا ہوگا ١٣٢
دل میرا اگر رفتہ رفتہ مانوسِ ستم ہو جاتا ہے ١٣٤
بیداد کا ساماں کرتا ہے مائل بہ جفا ہو جاتا ہے ١٣٥
لذّتِ درد ابھی تک دلِ نخچیر میں ہے! ١٣٦
گریۂ غم ہے عبث دیدۂ نم سے پہلے ١٣٨
جفاؤں پر بھی میں نے جاں فدا کی ١٣٩

یہ ہوائیں ٹھنڈی ٹھنڈی یہ سکون بخش سائے	۱۴۰
مرے ساتھ سیرِ چمن کبھی، تمھیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو	۱۴۲
محرمِ رازِ غمِ دل پہ نظر ہو نہ سکی	۱۴۳
ناگوار اس کو ہے شرمندۂ احساں ہونا	۱۴۵
تمہاری بزم کی یوں آبرو بڑھا کے چلے	۱۴۷
نہ پوچھ میرے دلِ پُرمحن پہ کیا گذری	۱۴۹
رہا نہ ضبطِ غمِ دل اگر تو کیا ہوگا	۱۵۱
یہ اب کی بار جو فصلِ بہار گذری ہے	۱۵۳
نہ شیخ کا ہے تذکرہ نہ برہمن کی بات ہے	۱۵۵
یوں تو اپنے آپ کو ہم فریب دیتے ہیں	۱۵۷
تصویرِ وفا بن کے مرا نقش ہے دل میں	۱۵۸
نالے مرے جب تک مرے کام آتے رہیں گے	۱۵۹
ہم اہلِ دل ہیں تابشِ داغِ جگر لیے	۱۶۱
ٹکڑے ہوا کیے ہیں دلِ بے قرار کے	۱۶۳
ہیں پلکوں پہ لرزاں نہ ٹوٹیں نہ ڈوبیں!	۱۶۴
تری جفا پہ گمانِ وفا کیا میں نے	۱۶۶
جو کہیں فریب کھایا مرے ذوقِ جستجو نے	۱۶۸
جس کو زہرِ غم کا پینا آ گیا	۱۷۰
روشنی ہونے لگی دل کے قریب	۱۷۱
لوگ یوں رازِ تعلق پا گئے	۱۷۳

قطعہ تاریخ طبع مجموعۂ کلام اخترؔ مسلمی	۱۷۵
موجِ صبا	**۱۷۷-۲۹۲**
اے طوفانِ حوادث ہم کو یہ نہ سمجھ انجانے ہیں!	۱۷۹
تم اپنی زباں خالی کر کے اے نکتہ ورو پچھتاؤ گے	۱۸۱
باقی ہے میرے واسطے اور کوئی جفا کہ بس	۱۸۲
اُڑ جاؤں نہ میں دھجی بن کر احساس کی تُند ہواؤں میں	۱۸۴
کہاں جائیں چھوڑ کے ہم اُسے کوئی اور اس کے سوا بھی ہے	۱۸۶
فریب کاریٔ انساں سے ڈر لگے ہے مجھے	۱۸۸
ہر ایک چہرہ مجھے سوگوار لگتا ہے	۱۹۰
جو ماہتاب چمکتا دکھائی دیتا ہے	۱۹۲
اب راہزن کو راہ نما کہہ رہے ہیں لوگ	۱۹۴
تہذیبِ نَو کے لوگ وہ خوش پوش ہو گئے	۱۹۶
ایک خاص پس منظر: گل و لالہ ہیں نہ طیور ہیں سبھی اس چمن سے چلے گئے	۱۹۷
ایک خاص پس منظر: ساری دنیا جو خفا ہے تو خفا رہنے دو	۱۹۹
جبینِ ناز تری خاکسار ہو تو سہی	۲۰۱
بغیر سجدہ گذر اے کہیں مفر بھی نہیں	۲۰۳
نہ عزّ و جاہ سے پایا نہ مال و زر سے ملا	۲۰۵
مصلحت کیا ہے مصائب میں مشیّت جانے	۲۰۷
ناآشنائے درد بھی ہے آشنا بھی ہے	۲۰۹
جس کو یہ اہلِ ہوس جور و جفا کہتے ہیں	۲۱۱

آنسوؤں کے طوفاں میں بجلیاں دبی رکھنا	۲۱۳
آلودۂ غبار ہے آئینۂ حیات	۲۱۴
ایک خاص پس منظر: صاحبِ قدرت و اربابِ قضا ہو تم لوگ	۲۱۶
نہ تو راحتوں کی خوشی مجھے نہ اذیّتوں کا ملال ہے	۲۱۸
دل ہی رہِ طلب میں نہ کھونا پڑا مجھے	۲۲۰
میں گلہ اگر کروں گا اسے ناروا کہو گے	۲۲۲
پیرِ مئے خانہ ہو جب ساقئ پُرفن کی طرح	۲۲۴
پستیاں اپنا مقدر ہیں تو ہمت ہے بلند	۲۲۶
کون رہتا ہے مکانوں میں مکینوں کی طرح	۲۲۷
رنگِ جدید روئے غزل سے عیاں رہے	۲۲۸
حُسنِ اخلاق کا حق آپ ادا تو کرتے	۲۳۰
حُسن معصوم جو سادہ ہے تو پرکار بھی ہے	۲۳۱
مائلِ لُطف ہے آمادۂ بیداد بھی ہے	۲۳۲
ستم بھی جانگسل اُس کا کرم بھی جانگسل اُس کا	۲۳۴
اب چمن بھی نہیں جائے امن وسکوں، اس میں صیّاد ہیں باغباں کی طرح	۲۳۶
لالۂ و گُل سے پوچھیے سرو و سمن سے پوچھیے	۲۳۸
ایک وہ دن تھا کہ میری ہم نشینی پر تھا ناز	۲۳۹
حُکمِ سزا ملے کہ نویدِ جزا ملے	۲۴۰
ظلمتِ شب سے نمودار سویرا ہوگا	۲۴۲
دل جو رکھ نہیں سکتے دل جلا تو سکتے ہیں	۲۴۴

زخم صدموں نے لگائے مرے دل پر کتنے	۲۴۵
اہلِ وفا جزا و سزا دیکھتے نہیں	۲۴۷
سینے میں جو آگ لگی ہے اور اسے بڑھ جانے دو	۲۴۹
بادۂ شادمانی سے مرجائے جو دوست اسے زہرِ غم کی ضرورت نہیں	۲۵۱
شکوہ اس کا تو نہیں ہے جو کرم چھوڑ دیا	۲۵۳
خوشی میں بھی خوشی حاصل نہیں ہے	۲۵۴
ترے بغیر بھی دل کا قرار باقی ہے	۲۵۶
کس کو کہتے ہیں جفا کیا ہے وفا یاد نہیں	۲۵۷
دل کے اندازِ تحمّل پہ ادا جھوم اُٹھی	۲۵۹
خوشی ہی شرط نہیں لُطفِ زندگی کے لیے	۲۶۱
درد بن کر کبھی پہلو میں کھٹکتے رہنا	۲۶۳
ہم نے مانا کہ ترا سب پہ کرم ہے ساقی	۲۶۵
تیرے قربان حُسنِ نقابی	۲۶۷
غم کی خلش بھی رہتی ہے شاید خوشی کے ساتھ	۲۶۸
اعجاز نگاہوں کا دِکھا کیوں نہیں دیتے	۲۷۰
میں نے سمجھا نہ تھا اے محبت یوں ترا ناز اُٹھانا پڑے گا	۲۷۲
لُطف ہی کیا حیات کا گر نہ ہو غم کا سلسلہ	۲۷۳
دل پہ کیا گذری نہ جانے پردہ اٹھ جانے کے بعد	۲۷۵
دل کچھ اتنا ہے مرا خوگر بیداد کہ بس	۲۷۶
ہم ان کی التفاتِ نظر کو ترس گئے	۲۷۷

اصلاحی ترانہ: یہ ہمارا چمن ہے ہمارا چمن ۲۷۹
قطعات:
دل رمز آشنائے آگہی ہوں ۲۸۱
یہ شامِ غم کے سہارے بھی ڈوب جاتے ہیں ۲۸۳
تیرگی کو روشنی کہتے رہیں ۲۸۵
بیتاب محبت کو قرار آئے تو جانیں ۲۸۵
ذہنوں کے یہ خود ساختہ اصنام بدل دو ۲۸۶
کوئی دل بجھا کے چلا گیا کوئی دل جلا کے چلا گیا ۲۸۶
روتے کٹی ہے عمر ہنسی کی تلاش میں ۲۸۷
شکوۂ بے رخی بھول جانا پڑا ۲۸۷
میں ہوں بذاتِ خود اگر تنگِ جہاں تو کیا ہوا ۲۸۸
حُسن پر آنچ آنے نہ دیں گے ۲۸۸
متفرقات:
تم اس کو سکون بخشو تو ہو بات بھی کوئی ۲۸۹
رات بھر تو تری راہ دیکھا کیا ۲۸۹
دبی چنگاریاں بھی آج آ پہنچیں نشیمن تک ۲۸۹
مشکل ہے مرے دل سے نکل جائے تری یاد ۲۸۹
قدرت کے باوجود جو ہے معصیت سے دور ۲۹۰
ہے یوں تو شفا بخش نسیمِ سحری بھی ۲۹۰
اس کو بھڑکاؤ نہ دامن کی ہوائیں دے کر ۲۹۰

آنسوؤ تم کچھ اس طرح امنڈ آئے ہو ۲۹۱
اسے بے خودی نہ کہے کوئی یہ کمال ذوقِ سفر کا ہے ۲۹۱
وقت کی معیّت میں پتھروں کا لشکر ہے ۲۹۱
حسیں سمجھ کر نہیں دیکھتا میں چاند کی سمت ۲۹۱
دی اس نے مجھ کو جرم محبت کی وہ سزا ۲۹۱
قطعۂ تاریخ طبع دیوانِ دوم اخترؔ مُسلمی الموسوم بہ موجِ صبا ۲۹۲
جام و سنداں ۲۹۳–۳۴۸
غم خانۂ ہستی میں جینے کی دعا مانگے ۲۹۵
اُٹھائے ہاتھ میں پتھر تلاش کرتا ہے ۲۹۶
دریا نظر نہ آئے نہ صحرا دکھائی دے ۲۹۸
تھی تلاش جس کی نہ پوچھیے وہ ملا مجھے کہ ملا نہیں ۲۹۹
غضب ہے آج وہ کرتے ہیں سنگسار مجھے ۳۰۱
مرے واسطے جہاں میں کوئی دل کشی نہیں ہے ۳۰۳
فن کو نادانوں کی تحسیں نے سنورنے نہ دیا ۳۰۵
حیات رنجِ حسد سے نجات پا جائے ۳۰۶
دنیا مرے حالات سے بیزار الگ ہے ۳۰۸
نہ سمجھ سکی جو دنیا یہ زبانِ بے زبانی ۳۱۰
قاصد نے تو مجھ سے جو کہا اور ہی کچھ ہے ۳۱۲
مصلحت پوش بہت کم سخنی ہوتی ہے ۳۱۴
رسوا میں ہوں گا اور بھی کچھ اس بیان سے ۳۱۶

لختِ جگر جمیلہ کی اچانک رخصتی پر: کیا کہوں ہے مضمحل کتنا دلِ خانہ خراب ۳۱۷
مدح امام حسینؓ: یہ ایک ہم ہیں کہ شکوہ نہیں جفاؤں سے ۳۱۹
مسجد روضۂ علی عاشقانؒ: پیکرِ عظمت حسنِ مجسّم ۳۲۲
نذرانۂ خلوص:
مژدہ باد اے عازمِ بیت الحرام ۳۲۴
مبارک ہو تجھے طیبہ کا عالم دیکھنے والے ۳۲۶
مژدہ اے دل کہ مسرّت کا پیام آیا ہے ۳۲۷
کس کی آمد سے ہے صد رشک چمن روئے زمیں ۳۲۹
سہرے:
ہر تار ہے جلووں میں روشن ہر گل ہے درخشاں سہرے میں ۳۳۱
لیے ہوئے ہے جلو میں اپنے تمام حسنِ بہار سہرا ۳۳۳
جلو میں اپنے لایا ہے بہار جاں فزا سہرا ۳۳۴
نوشاہ کے سر پر لوگوں نے یہ آج جو باندھا ہے سہرا ۳۳۶
کس کی محفل کا سماں لے کے بہار آئی ہے ۳۳۹
کہکشاں جاگی شبِ تار کا منظر بدلا ۳۴۱
چاند نکلا فضائیں منوّر ہوئیں آسماں پر ستارے چمکنے لگے ۳۴۳
ایک قصیدہ جو مرثیہ بن گیا (اختر تمہارے بعد): ڈاکٹر ناطق اعظمی ۳۴۵
کس کو غزل سنائیں گے اختر تمہارے بعد

عرضِ ناشر

ہماری ادبی اور تہذیبی تاریخ کا ایک پس منظر ہے جس میں فرد و اجتماعیت کے حوالے سے نہ صرف بہت کچھ سوچا اور کہا گیا ہے بلکہ اس پر بعض ادوار میں اس انداز سے عمل کیا گیا ہے کہ وہ آج بھی ہمارے لئے سرمایۂ افتخار بنا ہوا ہے۔کلیاتِ اختر مسلمی کی اشاعت کا مقصد نہ صرف صحت مند ادبی روایات کے تسلسل کو برقرار رکھنا ہے بلکہ ایک ایسے ادیب و شاعر کو قارئین سے روشناس کرانا ہے جس نے مرکز سے دور رہ کر بھی اردو کی بے لوث خدمت کی۔

آج کی دنیا ایسے دوراہے پر کھڑی ہے جہاں عمومی طور پر اقدارِ حیات کا تصور مٹتا جا رہا ہے یا اسے پامال کیا جا رہا ہے اور نئی اقدار کا تصور اس کی جگہ رائج کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

اس وقت دنیا کے سامنے ایک اہم سوال کی صورت موجود ہے اور ہمارا عام مشاہدہ بھی یہی بتاتا ہے کہ رفتہ رفتہ وہ ادارے اور معاشرتی ماحول معدوم ہوتا جا رہا ہے جس کی اندرونی ساخت میں فرد کی تربیت اور اقدارِ حیات کا احترام ایک ناگزیر عنصر کی حیثیت سے نسل در نسل منتقل ہو رہا تھا۔اب اگر شاعری کی افادیت و مقصدیت کی روایتی بحثوں میں پڑے بغیر یہ دیکھا جائے کہ اس کے ذریعہ ہم عام افراد کے لیے کیا کر سکتے ہیں تو اس بحرانی ماحول میں وہی شاعری کا ایک سچا مصرف ہوگا۔ہم امید کرتے ہیں کہ ادبی حلقوں میں کلیاتِ اختر مسلمی کو پزیرائی حاصل ہوگی اور اسے قدر کی نگاہ سے دیکھا جائے گا۔

دانش فراہی

پھریہا، اعظم گڑھ

حرف مرتب

شعر و ادب کی افا دیت و معنویت اس کی آفاقیت میں ہے۔ سماج و تہذیب ارتقائی عمل سے عبارت ہیں، کہ اسی میں انھیں زندگی و دوام حاصل ہے۔ شاعر بھی اسی سماج کا حصہ ہوتا ہے، اور اچھا شاعر وہی ہے جو بدلتے ہوئے سماج پر گہری نظر رکھتا ہو، اس کا باریک بینی سے جائزہ لیتا ہو اور وہ جو عام لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہو اپنے احساسات و جذبات کے آئینے پر شفاف تصویر کی طرح پیش کر دیتا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ ایک اچھا شاعر و ادیب بیک وقت بہترین نقاد، ماہر سماجیات، ماہر سیاسیات، مورخ اور فلسفی سبھی کچھ ہوتا ہے۔

آج انسان جن حالات سے گذر رہا ہے وہ بہت ہی کربناک، المناک اور دردناک ہے۔ پوری انسانیت ایک پُر تشدد، وحشتناک اور فرقہ واریت کے ناپیدا کنار سمندر میں ہچکولے کھارہی ہے۔ فضائیں انسانی عظمتوں کی بکھرتی ہوئی دھجیوں سے اٹی ہیں۔ اب ایسے ماحول میں اخترؔ مسلمی کے کلام اور صدائے دل درمند کو (جو انسانی دوستی کا ایک مرقع ہے) زیور طبع سے آراستہ کرنے کے لئے راقم نے یہ سوچ کر قدم اٹھایا ہے کہ شاید آپ کی شاعری اس ماحول کی کثافت کو دور کر سکے۔

اخترؔ مسلمی کی شاعری کا راز ان کے سماجی شعور، مستقبل شناسی اور ارتقائی رجحان میں مضمر ہے۔ انہوں نے جس خوش اسلوبی سے اپنے اشعار کا انتخاب کیا وہ ہم جیسے

لوگوں کے احساسات وجذبات کی بہترین عکاسی کرتے ہیں۔

اخترؔ مسلمی کا پہلا شعری مجموعہ ''موج نسیم'' اور دوسرا ''موج صبا'' ہے۔ دونوں مجموعے شائع ہو چکے ہیں جب کہ تیسرا شعری مجموعہ ''جام وسنداں'' کلیات اخترؔ مسلمی کے حصے کے طور پر آپ کے سامنے ہے۔ تینوں مجموعوں میں شاعر کے رجحانات کی ارتقائی شکل بخوبی نظر آتی ہے۔ انھوں نے نہ صرف صنفی تقاضوں کو ملحوظ خاطر رکھا ہے بلکہ موضوعات کے انتخاب میں بھی گہری فہم وفراست کا ثبوت دیا ہے۔ مجموعی طور پر یہ کہہ سکتے ہیں کہ اخترؔ مسلمی ایسے کہنہ مشق شاعر ہیں جو صحت مند روایات کی بنیاد پر جدید خیالات کی عمارت تعمیر کرتے ہیں، اور یہی چیز ان کی شاعری کی اہمیت وافادیت کو ہمیشہ برقرار رکھے گی۔

ہم ان تمام ادباء اوراسکالرز کے بے حد ممنون ہیں جنھوں نے اپنے تاثرات کے ذریعہ اخترؔ مسلمی کے فن اور ان کی شخصیت کو سمجھنا آسان بنادیا۔ ناسپاسی ہوگی، اگر ہم ڈاکٹر ناطق اعظمی، اشتیاق اعظمی اور مولانا انیس احمد اصلاحی کا ذکر نہ کریں جنھوں نے کلیات کو مرتب کرنے میں دشواریوں کو آسانیوں میں بدل دیا۔

بڑی ناشکری ہوگی بلکہ حق ہی ادا نہ ہوگا اگر ہم ایسے موقع پر ابومحمد منگراوی کا ذکر نہ کریں، جن کی اخترؔ مسلمی صاحب سے بے پناہ محبت کلیات کی اشاعت میں معاون ثابت ہوئی۔

میں اپنے والدمحترم دانش فراہی اور والدہ محترمہ (بنت اخترؔ مسلمی) کی شفقتوں اورمحبتوں کا شکریہ الفاظ میں نہیں ادا کرسکتا جنھوں نے کلیات کی ترتیب میں قدم قدم پر میری رہنمائی کی۔

قارئین عظام! کسی معتبر کتاب کی اشاعت و طباعت کے سلسلے میں حسن ترتیب، تصدیق اور صحت کلام کی بڑی اہمیت ہوتی ہے۔ ایک انسان کی طاقت اور استطاعت جس قدر کوشش کا تقاضہ کرتی ہے اس میں ہم نے کوئی کسر باقی نہیں رکھی ہے۔ پھر بھی فروگزاشت فطرت انسانی کا خاصہ ہے۔ اس لئے ہم نہایت ادب کے ساتھ اصحاب علم سے درخواست کرتے ہیں کہ ہماری کسی بھی خطا یا کوتاہی کی نشاندہی کر کے شعر و ادب اور اختر مسلمی مرحوم کے حق سے سبکدوش ہوں۔

ہم آخر میں قارئین کرام سے مرحوم کے حق میں بارگاہ ایزدی میں دست آوری کی درخواست کرتے ہیں کہ خداوند قدوس ان کی لحد پر لطف و رحمت کی بارش برسائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے۔

امید ہے کہ ہماری یہ گذارش صدا بصحرا ثابت نہ ہوگی۔

ع شبانہ روز ہو تربت پر اس کی لطف ربانی

فہیم احمد
نئی دہلی

اختر مسلمی

فن اور شخصیت

ضیاء الدین صاحب اصلاحی، ڈائریکٹر دارالمصنفین اعظم گڈھ

جناب اختر مسلمی مرحوم کے کلام کے دو مجموعے ''موج نسیم'' اور ''موج صبا'' ان کی زندگی میں چھپے تھے، اب ان کی وفات کے بعد دانش فراہی کی تگ و دو سے یہ کلیات شائع ہو رہا ہے۔

مرحوم کا اصلی نام عبیداللہ تھا، ان کا تعلق اعظم گڈھ کی مردم خیز سرزمین سے تھا، آبائی وطن اس ضلع کا مشہور گاؤں پھریہا تھا، جو ترجمان القرآن مولانا حمید الدین فراہیؒ کا بھی وطن تھا، لیکن اختر مرحوم کے والد بزرگوار نے اسی ضلع کے دوسرے ممتاز گاؤں ''مسلم پٹی'' میں سکونت اختیار کر لی تھی جہاں وہ درس و تدریس کی خدمت پر مامور تھے، اسی مردم خیز بستی کو مرزا احسان احمد جیسے ممتاز ادیب و شاعر اور بلند پایہ نقاد کے مولد ہونے کا فخر حاصل ہے، یہیں اختر صاحب بھی بیسویں صدی کی دوسری دہائی کے آخر یا تیسری دہائی کے شروع میں پیدا ہوئے۔ اور اسی کی نسبت سے وہ اپنے کو مسلمی لکھتے تھے۔

مرحوم کی ابتدائی تعلیم مسلم پٹی میں ہوئی، اس کے بعد انھوں نے اپنے علاقہ کی مشہور درس گاہ مدرسۃ الاصلاح سرائے میر میں داخلہ لیا اور اردو فارسی اور متوسطات تک عربی کی تعلیم حاصل کی، مگر والد کے انتقال اور خانگی پریشانیوں کی وجہ سے درمیان ہی میں تعلیم کا سلسلہ ترک کرنا پڑا اور گزراوقات کے لیے پہلے معلّمی کا پیشہ اختیار کیا پھر صنعت وتجارت کو ذریعہ معاش بنایا اور سرائے میر میں متوطن ہوگئے اور اسی کی خاک کا پیوند بھی ہوئے۔

اعظم گڈھ میں اقبال احمد خاں سہیلؔ اور مرزا احسان احمد کے بعد کی شعرا کی نسل میں گوکئی اچھے شاعر پیدا ہوئے لیکن جناب اخترؔ مسلمی اس حیثیت سے ممتاز ہیں کہ انھوں نے جس دور میں شاعری کے کوچے میں قدم رکھا، یہ اردو کی ترقی پسند تحریک کے عروج وشباب کا زمانہ تھا، اس تحریک کے اثر سے اردو شاعری کی صنفِ غزل پر، جو اختر صاحب کو نہایت محبوب تھی بڑا سخت وقت آیا ہوا تھا چنانچہ جگر مرادآبادی جیسے غزل کے پرستار شاعر قحط بنگال سے متاثر ہوکر کہتے ہیں:

فکرِ جمیل خوابِ پریشاں ہے آج کل   شاعر نہیں ہے جو کہ غزل خواں ہے آج کل

اس کے بعد ''جدیدیت'' کا غلغلہ اِس زور شور سے بلند ہوا کہ غزل کے لیے ''نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن'' کا عالم تھا لیکن اس پُرآشوب دور میں جو شعرا غزل کو اردو شاعری کی آبرو سمجھ کر اس کے گیسو سنوارنے میں مصروف رہے ان میں جناب اخترؔ مسلمی بھی تھے، جو پورے عزم و وثوق سے کہتے ہیں:

حسن پر آنچ آنے نہ دیں گے   عشق کی شان جانے نہ دیں گے
خاک ہوجائے دل سوزِ غم سے   اشک آنکھوں میں آنے نہ دیں گے

اخترؔ مسلمی اصلاً غزل کے شاعر تھے اور اس کا ستھرا اور اچھا ذوق رکھتے تھے، غزل کا موضوع حسن وعشق کے معاملات اور الفت ومحبت کے جذبات کی ترجمانی ہے، عشق ومحبت کے نازک اور لطیف جذبہ کی ترجمانی ومصوری کے لیے پُرگو شاعر اور موزوں طبع ہونا کافی نہیں ہے بلکہ دردمند دل، بے چین طبیعت اور نکتہ شناس نظر والا ہونا بھی ضروری ہے، اس کے بغیر کوئی کلام لطافت ورنگینی کا پیکر، سوز وگداز کا مرقع، کیف وسرور اور لطف ونشاط کا سامان نہیں ہوسکتا، ایک غزل گو شاعر عشق کی صعوبتوں اور دشواریوں اور راہ محبت کے شدائد وآلام سے کبھی آزردہ اور مضطرب نہیں ہوتا، اس کو محبوب کی چشم قہر وعتاب میں لطف وعنایت اور اس کے جور وستم میں لذت وحلاوت ملتی ہے، وہ اس کی پیہم جفاؤں کا آرزومند رہتا ہے اور زخم کھا کر بھی مسکراتا ہے اور اپنی زبان پر کوئی حرف شکایت اور کلمہ فریاد نہیں لاتا، آہ وفغاں کو عشق کی توہین اور محبت کی رسوائی خیال کرتا ہے۔

تغزّل کی بزم کیف ونشاط میں آلام ومصائب کا گلہ، محرومیوں اور ناکامیوں کا دکھڑا اور ہمّت وولولہ شکن باتوں کا تذکرہ سراسر ناروا ہے، یہ وہ مقام ہے جہاں درد جاں نواز، غم روح پرور اور رنج وسرور لذّت بخش ہوتا ہے اور اسی لذّتِ غم سے قلب وروح کو بالیدگی اور فرحت وتازگی حاصل ہوتی ہے، عشق کے پاس ہر غم واندوہ کا مداوا، ہر درد کی دوا اور ہر مرض کا علاج موجود ہے، اس سودا میں نفع ہی نفع ہے اور کسی ضرر وزیاں کا کوئی اندیشہ ہی نہیں ہے۔ اخترؔ مسلمی مرحوم غزل کے ادا شناس اور اس کی خوبیوں اور نزاکتوں سے واقف، دولت درد سے مالامال اور عشق کے انعامات اور بخششوں سے پوری طرح متمتع تھے۔ اس لیے ان کا دل کیف ونشاط سے معمور اور

جوش و مستی سے سرشار رہتا تھا، نزولِ مصائب پر آہ و فریاد کے بجائے ان کے ہر بن مو سے صدائے مرحبا بلند ہوتی تھی، ان کے چند اشعار سے اس کی تصدیق ہوگی:

دردِ دل ، زخمِ جگر، سوزِ نہاں، اشکِ رواں — حضرتِ عشق نے بخشا ہے یہ انعام مجھے
خواہش کچھ اسی کو ہے ترے رحم و کرم کی — لذت نہ ملی ہو جسے بیداد و ستم کی
کیا کہوں دل مرا کس درجہ غنی ہے اے دوست — دولتِ درد اسے جب سے ملی ہے اے دوست
مجھ کو منظور نہیں عشق کو رسوا کرنا — ہے جگر چاک مگر لب پہ ہنسی ہے اے دوست
آپ کا تیر اور دل کو صدمہ — رنج ہوگا کسے میہماں سے
غمِ دوست اور میرا خانۂ دل — مکاں آباد ہے اپنے مکیں سے
چھپاتی رہیں رازِ غم زندگی بھر — مری آہیں نغموں کے سانچے میں ڈھل کے
نہ گلہ مصیبتوں کا نہ شکایتِ ستم ہے — ترے عشق نے سکھایا مجھے غم میں مسکرانا
رہے ذوقِ غم سلامت کہ اب آرزو ہے اختر — کوئی بجلیاں گرائے میں بناؤں آشیانا

اختر مسلمی کے لیے محبوب کا تصور و خیال ہی کافی روح پرور اور نشاط و طرب انگیز ہے، اس لیے ہجر میں بھی ان پر وجد کی کیفیت طاری رہتی تھی اور وہ فرقت اور جدائی کے عالم میں بھی مست و سرشار دکھائی دیتے تھے۔

یوں تصور میں تھا روئے تاباں ترا — شامِ غم میں بھی لطفِ سحر مل گیا

وہ ہمیشہ سرگرم جستجو رہنا پسند کرتے تھے، ان کے ذوق طلب، شوق تمنا اور جوشِ آرزو کو کہیں قرار نہیں ملتا تھا۔ ان کا جذبۂ عمل منزل کو گریزاں بناتا تھا اور تلاشِ منزل کو کم طلبی اور عشق کی خامی سمجھتا تھا۔

کچھ نہ تھا منظور جز ذوقِ طلب — لوٹ آئے جا کے منزل کے قریب

راہِ طلب کی دشواریاں ان کا عزم و حوصلہ بڑھاتی تھیں، مشکلات ان کے گامِ شوق کو تیز تر کر دیتی تھیں، آسانیوں سے ان کا ذوقِ سفر لٹتا اور برباد ہوتا تھا، ان کی موجِ زندگی کو شورشِ عمل کے لیے ہمیشہ پرخطر راہوں کی تلاش رہتی تھی، ملاحظہ ہو:

رہِ عشق کے مسافر تجھے نیند آ نہ جائے — یہ ہوائیں ٹھنڈی ٹھنڈی، یہ سکون بخش سائے

ظاہر بینوں کو چاہے اس پر حیرت و تعجب ہو مگر یہ واقعہ ہے کہ عشق فضائل و مکارم کا معلم و داعی ہے، اختر صاحب کو مکتبِ عشق سے غیرت و خودداری کا سبق ملا ہے، وہ گدایانہ عجز و ابتذال کو انسانی عظمت کے منافی اور آستانِ غیر پر ناصیہ فرسائی کو اپنی توہین سمجھتے تھے۔

پیشانی فرشتوں نے مرے سامنے خم کی — میں اور کروں سجدۂ اغیار ارے توبہ
کب کسی کے سامنے جھکتی ہے پیشانی مری — آستانِ دوست کے سجدوں پہ ہے نازِ عروج

وہ اپنی دنیا آپ تعمیر کرنے کے قائل تھے، دوسروں کا دست نگر بننے کے بجائے اپنے دست و بازو کی قوت پر ناز کرتے تھے اور اپنے درد کا درماں حاصل کرنے کے لیے کسی کا منت کش ہونا گوارا نہیں کرتے تھے، اپنا ظلمت کدہ اپنے جلوؤں اور اپنے جگر کے داغوں سے روشن کرنا چاہتے تھے:

ناگوار اس کو ہے شرمندۂ احساں ہونا — آ گیا آپ مرے درد کو درماں ہونا

ہوجاتی ہے شامِ غم روشن اب میرے جگر کے داغوں سے
یہ انجم تاباں کیا ہوں گے، یہ ماہِ درخشاں کیا ہوگا

ان کی غیرت و خودداری نے ان کو حرص و آز سے بے نیاز کر دیا تھا، ارض و سما کی دولت بھی ان کو باطل کے سامنے سرنگوں نہیں کرسکتی تھی، وہ لالچ اور طمع کی وجہ سے اپنے

نظریہ ومقصد سے دست بردار نہیں ہو سکتے تھے، دولت وثروت کی فراوانی کے بجائے وہ اپنے فقر وافلاس پر مگن رہتے تھے۔

ملے اس کے عوض گر دولتِ کونین بھی مجھ کو
در باطل پہ ناممکن ہے میں سر خم کروں اپنا

منزل کی تمنا ہے تو ٹھکرا کے نکل جا
صیاد لیے دانہ و دام آتے رہیں گے

اخترِ مسلمی کے پاس ثروت و جاہ گر نہیں
وائے نصیبِ دشمناں گنجِ متاعِ فن تو ہے

ان کی طبیعت کی شرافت خویش و بیگانے میں فرق نہیں کرتی، دشمن کا درد وکرب بھی ان کو تڑپا دیتا ہے۔

تم ہو کہ ہے اپنوں پر بھی ستم، میں ہوں کہ ہے میرا یہ عالم
دشمن پہ بھی ہو بیداد اگر دل وقفِ الم ہو جاتا ہے

اختر مرحوم کی جرأتِ رندانہ کسی حیلہ ومصلحت کی پابند نہیں تھی، ان کی طبیعت منافقت اور ظاہر داری سے ابا کرتی تھی، وہ جھوٹ کو سچ اور حق کو باطل سے گڈ مڈ کرنا پسند نہیں کرتے تھے، موجودہ دور کے ''صلح کل'' کے علمبرداروں کے برخلاف وہ صیاد و باغباں دونوں سے دوستی کی پینگیں بڑھانے اور دیر وحرم دونوں کی عقیدت ومحبت کا دم بھرنے کے قائل نہیں تھے، وہ ہماری گزشتہ تاریخ کو منافقت کے ان واقعات سے خالی بتاتے ہیں:

آباد رہیں دونوں بُت خانہ بھی کعبہ بھی
یہ بات نہ تھی تم میں اے شیخِ حرم پہلے

وہ ہر حال میں لوگوں کی خفگی اور ناراضگی کی پروا کیے بغیر حق و راستی کو اپنا شعار اور طغرائے امتیاز سمجھتے تھے، اور اس پر فخر کرتے تھے، ملاحظہ ہو:

ساری دنیا جو خفا ہے تو خفا رہنے دو
میرے ہونٹوں پہ مگر حق کی صدا رہنے دو

دوستو مجھ کو پرستارِ خدا رہنے دو
اہلِ بُت خانہ خفا ہیں تو خفا رہنے دو

میرے اظہارِ حقیقت پہ جہاں میں یارو
ایک ہنگامہ بپا ہے تو بپا رہنے دو

کر کے آمیزشِ باطل نہ کرو مسخ اسے
حق اگر حق ہے تو باطل سے جدا رہنے دو

ظلمتِ کفر میں گُم ہو گئے راہوں کے نقوش
دیدۂ شوق میں ایماں کی ضیا رہنے دو

اختر صاحب کے نزدیک غزل حدیث دلبری ہے لیکن ان کو اس کے صحیفۂ کائنات ہونے میں بھی کوئی تامل نہیں ہوتا تھا۔ انھوں نے اس کو جہاں حسن وعشق کی ترجمانی کا وسیلہ بنایا تھا وہیں کائنات اور اس کے مسائل کو بھی موضوعِ سخن بنایا تھا، گیسوئے دوست کی طرح گیسوئے قوم و وطن کو بھی سنوارنا ضروری خیال کرتے تھے۔ موجودہ دور کی بے راہ روی، تخریب کاری اور ابتر حالات نے شاعر کے حساس اور درد مند دل کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا تھا۔ درندگی اور بہیمیت کے شرم ناک مظاہرے، لوٹ کھسوٹ، ظلم وتشدد، بغض ونفرت، غریبوں اور کمزوروں کا استحصال، امراء و ارباب سیاست کی خود غرضی، رحم ومروّت اور اخلاق وشرافت کے پاکیزہ جذبات کا فقدان اور اخلاقی قدروں کی پامالی دیکھ کر شاعر کا دل درد وغم کی مجسم تصویر بن جاتا تھا اور وہ سینہ کوبی پر آمادہ ہو جاتا تھا لیکن اس کی ہمت کو آفریں ہے کہ وہ ایسے پُر آشوب حالات میں بھی مایوس اور مضمحل نہیں ہوتا تھا بلکہ اس کا امنگ وحوصلہ بلند رہتا تھا اور وہ تعمیر کا جوش وولولہ رکھتا تھا، ایک مسلسل غزل کے اشعار سے موجودہ زبوں حالی اور شاعر کے ولولوں کا اندازہ ہوگا۔

ہر شبِ تارِ خزاں صبحِ بہاراں کر دیں
خارِ بے جاں کو بھی رشکِ چمنستاں کر دیں

عیش میں اپنے نہ ہو جن کو غریبوں کا خیال
ان کے ہر عیش کا شیرازہ پریشاں کر دیں

چیخ چیخ اٹھتے ہیں جس درد کی بے تابی سے
دلِ مظلوم کے اس درد کا درماں کر دیں

کر کے باطل کے خداؤں کی خدائی نابود دوستو آؤ علاجِ غمِ دوراں کر دیں
چار سو بغض و عداوت کی گھٹا چھائی ہے دہر میں شمعِ محبت کو فروزاں کر دیں
ہے اخوت کا اثر جن کے دلوں سے مفقود ان درندہ صفت انسانوں کو انساں کر دیں
ظلمتِ شب میں بھٹکتا ہے زمانہ اختر آؤ ہر ذرّے کو خورشید درخشاں کر دیں

ان شریفانہ جذبات اور پاکیزہ خیالات اور نیک احساسات کے بعد کس کو اختر صاحب کے اِس خیال میں شک ہوسکتا ہے کہ

اخترِ تباہ سے اِس قدر نہ چونکیے
حال ہی بُرا ہے صرف، آدمی بُرا نہیں

اختر مرحوم کا دل قوم وطن کے دام محبت میں گرفتار ہو کر ہمیشہ ان کا خیر خواہ اور ہمدرد رہا، ملک میں ہونے والی زیادتیوں، ناانصافیوں اور دہرے برتاؤ اور معیار کے خلاف انھوں نے بڑی ہمت و جرأت کے ساتھ آواز بلند کی، آزادی کے بعد فرقہ وارانہ ہنگاموں کی جو آگ بھڑکی اور جس میں انسانوں نے اپنے ہی ابنائے جنس کے خون سے ہولی کھیلی، جن لوگوں نے قومی تحریک اور آزادی کی جنگ میں اپنا سب کچھ داؤ پر لگا دیا تھا، ان کی خدمت کو نظر انداز کر کے ان کی وفاداری پر شک وشبہ کیا جانے لگا اور انھیں غدار قرار دینے کی کوشش کی جانے لگی، خود غرض، مکار اور مفاد پسند سیاست دانوں نے موقع پرستی اور اقتدار پسندی کا رویہ اپنالیا، یہ ساری باتیں اختر کی شاعری میں فن کی خوبی و خوبصورتی کو برقرار رکھتے ہوئے تفصیل سے بیان ہوئی ہیں، ایک مسلسل غزل کے یہ اشعار ملاحظہ ہوں:

نہ شیخ کا ہے تذکرہ، نہ برہمن کی بات ہے
مری زباں پہ چند اہلِ مکر و فن کی بات ہے

کسی پہ گُل کی بارشیں، کسی کو خار و خس ملے
یہ باغ باں کا ظرف ہے، چمن چمن کی بات ہے
کسی کو خم کی خم ملی، کوئی ترس کے رہ گیا
ہٹاؤ جانے دو تمہاری انجمن کی بات ہے
جو بوالہوس ہیں، ان کو تم وفا پرست کہتے ہو
چلو یہی سہی، تمہارے حسنِ ظن کی بات ہے
وفا کرو جفا ملے، بھلا کرو برا ملے
ہے ریت دیش دیش کی، چلن چلن کی بات ہے

ان اشعار میں جو کرب اور طنز ہے ان کی کسک اور لذّت سے یقیناً ناظرین بھی بے چین اور لطف اندوز ہوئے ہوں گے۔ یہ اشعار سیاسی حقائق کا مرقع ہونے کے باوجود رعنائی و دلکشی سے معمور اور تغزل کے محاسن وخصوصیات سے پوری طرح آراستہ ہیں۔

اختر صاحب نے بادہ و ساغر کے پردے میں مشاہدۂ حق کی گفتگو بھی کی ہے، فرماتے ہیں:

قصورِ نظر ہے کہ جانا نہ تجھ کو کہاں تیرے جلووں کو دیکھا نہ ہوگا

حمد و مناجات میں بھی اشعار کہے ہیں شروع میں وہ عشقِ مجازی کی وادیاں قطع کرتے رہے ہیں۔

بہر حال دل جلوہ گہہ ہے کسی کی جو کعبہ نہیں ہے تو بُت خانہ ہوگا

وہ اس سے واقف تھے کہ عشق مجازی عشق حقیقی کا زینہ اور بُت خانہ کی جلوہ

گاہ، کعبہ کی جلوہ گاہ تک رسائی کا وسیلہ بنتی ہے۔

ہے نورِ حقیقت کا جو یا تو مگر زاہد   اس راہ میں ملتے ہیں انوارِ صنم پہلے
مرے لیے تو سہل تر ہوگئی حق کی معرفت   زینۂ معرفت بنا عشقِ صنم کا سلسلہ

بالآخر وہ جلوہ گاہ حق پر پہنچ کے شاد کام ہوئے اور وہ اس طرح کے اشعار کہنے لگے

مصلحت کیا ہے مصائب میں مشیت جانے   بندگی کا تو تقاضا ہے کہ رحمت جانے
برس پڑیں گی گھٹائیں، امنڈ کے رحمت کی   تو سر جھکا کے ذرا اشک بار ہو تو سہی

ضیاء الدین اصلاحی
ڈائریکٹر دارالمصنفین اعظم گڈھ
۱۴رجون ۲۰۰۲ء/۲ربیع الثانی ۱۴۲۳ھ

اختر مسلمی سے ایک ملاقات

سید حامد صاحب، سابق وائس چانسلر علی گڑھ مسلم یونیورسٹی

اختر مسلمی کے مجموعۂ کلام پر تأثراتی تبصرہ کرنا میرے لیے خوشی اور فخر کا باعث ہے۔

ایک مرتبہ مدرسۃ الاصلاح سرائے میر اعظم گڈھ پر حاضر ہوا تو وہاں کے اربابِ ذوق نے ایک شعری نشست کا پروگرام رکھا۔ جس میں میری پہلی ملاقات اختر مسلمی سے ہوئی اور انہیں کی زبانی ان کا لکھا ہوا اصلاحی ترانہ سنا تو اسی وقت مجھے ان کی عظمت کا اعتراف ہوگیا اور ان سے ان کی بہت سی غزلیں سننے کا اتفاق ہوا اور یہ سوچنے پر مجبور ہوگیا کہ اس چھوٹے سے قصبے میں اتنا عظیم شاعر موجود ہے۔

اردو شاعری کی مقبولیت کا اندازہ لگانا ہو تو بڑے شہروں کو چھوڑ کر قصبات میں جا کر دیکھیے، وہاں نا آلودہ ذوقِ شعر گوئی ملے گا اور غزل کی روایت کا تسلسل بھی۔ اردو شعراء کو دیکھنے اور سننے کے بعد میں اب اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ ہمارے ان شعراء کے یہاں بھی جو پرانی کلاسیکل روش پر چل رہے ہیں بہت کچھ پڑھنے، سمجھنے اور خط اندوز ہونے کے لیے ملے گا۔ شعر گوئی کا یہ کمال کیا کم ہے کہ وہ شاعر کو بھیڑ میں گم ہوجانے سے بچاتی ہے، اسے اس کی انفرادیت کا احساس دلاتی ہے۔ اس

Thank You for previewing this eBook

You can read the full version of this eBook in different formats:

- HTML (Free /Available to everyone)
- PDF / TXT (Available to V.I.P. members. Free Standard members can access up to 5 PDF/TXT eBooks per month each month)
- Epub & Mobipocket (Exclusive to V.I.P. members)

To download this full book, simply select the format you desire below

Free-Ebooks.net